قائد اعظمؒ

اور بلوچستان

ڈاکٹر انعام الحق کوثر

قائداعظم نے فرمایا تھا کہ پاکستان کی بنیاد اس وقت پڑی جب برصغیر میں پہلا شخص دائرہ اسلام میں داخل ہوا تھا۔ اس لیے ہم کہ سکتے ہیں۔ کہ جغرافیائی نام کے مقابلہ میں پاکستان نظریاتی طور پر قدیم ہے۔ ۱۹۲۷ء میں قائداعظم نے ہندو مسلم مفاہمت کی خاطر ایک نہایت ہی اہم کوشش کی تھی۔ جس کے پیش نظر دہلی میں مسلمان قائدین کی ایک کانفرنس بلائی گئی۔ جس نے قائداعظم کی صدارت میں تجاویز دہلی مرتب اور منظور کیں۔ اُن میں ایک تجویز یہ تھی۔ کہ صوبہ سرحد اور بلوچستان میں اسی قسم کی اصلاحات نافذ کی جائیں جیسی دوسرے صوبوں میں کی گئی ہیں۔ اس سے اس امر کی بخوبی وضاحت ہوتی ہے۔ کہ بلوچستان کی سیاسی، معاشی اور تعلیمی آزادی کے پہلے سپاہی قائداعظم ہی تھے۔ انہی ایام میں ہندو قوتوں نے ایڑی چوٹی کا زور لگایا کہ بلوچستان میں اصلاحات نافذ نہ ہوں۔ چنانچہ پنڈت جواہر لال نہرو کے والد پنڈت موتی لعل نہرو کی صدارت میں جو کمیٹی کانگرس نے مقرر کی تھی۔ اس نے نہرو رپورٹ میں بھی سرحد اور بلوچستان کو صوبائی درجہ نہ دینے پر زور دیا۔ اس کے بالمقابل قائداعظم نے مارچ ۱۹۲۹ء کے آخری ہفتے میں دہلی میں آل پارٹیز مسلم کانفرنس کا ایک اجلاس بلا کر مسلمانوں کے حقوق کے تسلی بخش تحفظ کی خاطر وہ قرارداد منظور کی جسے جناح کے چودہ نکات کہا جاتا ہے۔ ان نکات میں پھر یہ مطالبہ دہرایا گیا کہ ہندوستان کے دوسرے صوبوں کی طرح صوبہ سرحد اور بلوچستان میں بھی اصلاحات نافذ کی جائیں۔ بعد ازاں آل انڈیا مسلم لیگ کے کم و بیش ہر اجلاس میں بلوچستان کو صوبائی درجہ دینے کا مطالبہ کیا گیا۔ مگر بلوچستان میں اس وقت تک مسلم لیگ کا وجود نہ تھا۔ جبکہ کانگرس کی نمائندگی مختلف النوع پارٹیوں کے باعث ہوتی رہتی تھی۔ بلوچستان آبادی کے لحاظ سے اگرچہ واضح مسلم اکثریت کا علاقہ تھا۔ پھر بھی بلوچستان میں آل انڈیا مسلم لیگ کا قیام سب سے بعد عمل میں آیا۔ متحدہ

ہندوستان میں مسلم لیگ کی قومی سرگرمیوں سے بلوچستان نا آشنا نہ تھا۔شروع میں ''نیشنل کانگرس'' کے اس پرو پیگنڈے کا کہ مسلم لیگ سرکار پرستوں کی جماعت ہے، اثر ہوا مگر بلوچستان کے غیرت منداور جرات مند قبائلی زیادہ عرصے تک اس فریب میں مبتلا نہ رہے۔چنانچہ ۱۹۳۸ء میں ایک جلسہ عام میں ملک جان محمد کانسی نے کہا تھا:''ھندوستانی مسلمانوں کی جماعت مسلم لیگ ہے۔ہم لوگ بھی مسلمان ہیں۔اس لیے ہم بھی مسلم لیگ قائم کریں گےاورضرورکریں گے۔'' ۱۹۳۹ء میں بلوچستان مسلم لیگ قائم ہوئی اور ستمبر ۱۹۳۹ء میں اس کاالحاق آل انڈیا مسلم لیگ سے ہوگیا۔ قاضی محمد عیسےٰ صدر بلوچستان مسلم لیگ نے ایک موقع پر کہا تھا۔''کہ میرے ہاتھوں سب سے پہلے جس شخص نے مسلم لیگ کی رکنیت قبول کی وہ مرحوم اخوندزادہ علامہ عبدالعلی خان تھے۔علاوہ ازیں جدوجہد میں جو دورہ میں نے مسلم لیگ کے قیام کے لیے کیا۔مرحوم اخوندزادہ نے میرا ساتھ دیا۔''

علامہ عبدالعلی (۱۲۸۹ھ/۱۸۷۲ء___۱۳۶۶ھ/۱۹۴۴ء) نے تحریک پاکستان کے سلسلے میں جو خدمات انجام دیں وہ ہمیشہ یادرہیں گی۔انہوں نے کہا تھا۔''مسلم لیگ اتفاق واتحاد کی علامت ہےاوراس لحاظ سے یہ جماعت ہمارادین اور ہماراایمان ہے۔'' قاضی محمد عیسیٰ اس وقت ایک جواں خیال اور جواں سال انسان تھے۔انہوں نے بہت جلد مسلم لیگ کومقبول بنادیا۔نوجوان طبقے میں تو بذات خود بہت مقبول تھے۔ انہیں بلوچستان کی بعض نامور شخصیتوں کا تعاون حاصل ہوگیا۔میر جعفر خاں جمالی،نواب محمد خاں جوگیزئی، سردار باز محمد خاں جوگیزئی،سردارصورت خاں ترین،میر قادر بخش زہری،میر نبی بخش زہری،ملک شاہ جہان مہترزئی،ارباب کرم خاں کانسی ملک جان محمد کانسی،سید اقبال شاہ ہاشمی،سیٹھ فدا علی بھائی،مولوی عبدالرشید، مولانا عبدالکریم،ملک محمد عثمان کانسی،خان عبدالغفور خاں درانی،ڈاکٹر سید فضل شاہ،میر اسمٰعیل خاں نوشیروانی، شیخ کریم الدین،ملک عبداللہ خاں،عبدالغفار خاں اچکزئی،ڈاکٹر غلام نبی،حاجی فضل الٰہی،سید اللہ داد شاہ،سید عبدالرزاق،سردار محمد علی خاں رئیسانی،سید صلاح الدین آغا،سید محمد حسن،حاجی ملک داد خاں مندوخیل ،نوابزادہ تیمور شاہ جوگیزئی،نوابزادہ جہانگیر شاہ جوگیزئی،نوابزادہ جہاندار شاہ جوگیزئی،حاجی شیخ میرک،حاجی جلال الدین،خدائداد خاں کب زئی،ملک حیات خاں،خان عالم خان،ملک عبدالحق،حاجی رحمت اللہ دومڑ، مولانا عبدالعزیز اخوندزادہ،مولانا محمد اسحاق،لال محمد اور حاجی ناصر علی ہزارہ وغیرھم تحریک پاکستان کے ساتھ دل وجان سے وابستہ رہے۔

لاہور کے تاریخی اجلاس میں ۲۳ مارچ ۱۹۴۰ء کو قرارداد پاکستان کی تائید کرتے ہوئے قاضی عیسیٰ خاں صدر بلوچستان مسلم لیگ نے خدا کا شکر ادا کیا اور کہا تھا۔ ''کہ سردار اورنگ زیب نے کہا کہ وہ درہ خیبر کی دربانی کریں گے۔ میں یہ اعلان کرنے کی جرات کرتا ہوں۔ کہ ہم اس سے ایک چھوٹے دروازے یعنی درہء بولان کی دربانی کریں گے۔''

اس اہم ترین موقعہ پر بلوچستان مسلم نیشنل گارڈز کے دستے کو نمایاں حیثیت حاصل تھی۔ اُن دنوں بلوچستان مسلم گارڈز کے سالار اعلیٰ ملک جان محمد کانسی اور سالار میر رحیم بخش برفی تھے۔ بعد میں بھی بلوچستان مسلم نیشنل گارڈز نے اپنے صوبے کے علاوہ دوسرے مقامات جیسے مدراس، دہلی، صوبہ بنگال، صوبہ بہار وغیرہ میں بھی گرانقدر خدمات انجام دیں۔ دوسرے صوبوں کے مسلم لیگی انہیں دیکھ کر خوش ہوتے کہ دور دراز علاقے سے اتنے زیادہ لوگ کیسے پہنچے۔ بلوچستان میں مسلم لیگ اور اس کے نصب العین پاکستان، کو گھر گھر پہنچانے میں قاضی محمد عیسیٰ کے جاری کردہ اخبار 'الاسلام' زیر ادارت نامور رہنما اور جید عالم مولانا عبدالکریم، میر جعفر خاں جمالی کے اخبار 'تنظیم' زیر ادارت مشہور ناول نگار نسیم حجازی، بلوچستان مسلم سٹوڈنٹس فیڈریشن کے آرگن 'خورشید' (اڈیٹر فضل احمد غازی) اور 'جمہور' (مدیران رفیق پراچہ، مسعود غزنوی) کے علاوہ عبیداللہ بلوچ کے دو اخبار 'کلمۃ الحق' اور 'الفاروق' وغیرہ نے ناقابل فراموش خدمات انجام دیں۔ جون ۱۹۴۳ء میں جب قائداعظم پہلی بار بلوچستان کے دورے پر تشریف لائے، تو بلوچستان کے مسلمان باشندوں نے انہیں ہر مقام پر جوش و خروش سے خوش آمدید کہا۔ کوئٹہ کے جلوس میں شرکاء کی تعداد قریباً پچاس ہزار تھی۔ جلوس کے اختتام پر قائداعظم نے اپنے خطاب میں فرمایا کہ اگر کوئی بادشاہ بھی ہوتا تو آج کے اس بڑے جلوس پر فخر کرسکتا تھا۔ مسلم لیگ نے مسلمانوں کی عزت بڑھائی ہے۔ آج مسلم لیگ کی آواز نہ صرف ہندوستان بلکہ ساری دنیا میں بلند ہورہی ہے۔ آپ اگر مسلم لیگ کے جھنڈے کے نیچے منظم ہوجائیں تو مجھے کوئی شک نہیں کہ ہم متحد ہوکر پاکستان لے کر ہی رہیں گے۔'' اس موقعہ پر 'الاسلام' کے رکن بشیر فاروق نے دو نظمیں کہی تھیں ایک کا مطلع ہے:

مسلم کا ترجماں ہے محمد علی جناح

اسلام کا نشاں ہے محمد علی جناح

اسٹیشن سے لے کر قندھاری بازار (مسلم لیگ کا دفتر) تک تیرہ دروازے بنائے گئے تھے۔ پہلا دروازہ مسلم سٹوڈنٹس فیڈریشن بلوچستان نے 'باب پاکستان' کے نام سے پرنس روڈ اور جناح روڈ کے مقام اتصال پر موجودہ سائنس کالج کے نزدیک بنا رکھا تھا۔'الاسلام' کوئٹہ (۲ جولائی ۱۹۴۳ء) کی اطلاع کے مطابق وہاں بے پناہ ہجوم تھا۔ بہت سے حکام، سٹی مجسٹریٹ اور دیگر افسران اس دروازہ کے قریب قائداعظم کو سلامی دیتے ہوئے دیکھے گیے تھے۔'باب پاکستان' پر یہ شعر خصوصیت سے حسب حال تھا:۔

رنگ لائے گی یہ تحریک مقدس کچھ نہ کچھ
حق کی جانب سے ہوا القا پاکستان کا

۲ جولائی ۱۹۴۳ء کو قائداعظم نے شام کے وقت صوبائی مسلم لیگ کے پنڈال (واقع اسلامیہ ہائی سکول کوئٹہ) میں رسم پرچم کشائی ادا کرتے ہوئے فرمایا کہ یہی جھنڈا سرزمین پاکستان میں بلند کیا جائے گا۔ پاکستان کی کنجی مسلمانان بلوچستان کے ہاتھ میں ہے۔

قائداعظم نے اسی دورے میں ایک موقعہ پر کہا تھا۔''یاد رکھو! مسلم کا خدا ایک ہے، قرآن ایک ہے اور پیغمبر ﷺ ایک ہے۔ ہمارا پلیٹ فارم بھی ایک ہی ہونا چاہیے۔ ہماری آواز بھی ایک ہی ہے اور ہمارا نصب العین فقط پاکستان ہے۔'' بلوچستان مسلم لیگ کے تیسرے سالانہ اجلاس ۴ جولائی ۱۹۴۳ء کو مسلمانان بلوچستان کی طرف سے قاضی محمد عیسیٰ نے اسلامی تلوار قائداعظم کی خدمت میں پیش کی تھی۔ جس پر قائداعظم نے کہا تھا:''یہ تلوار جو آپ نے مجھے عنایت کی ہے۔ صرف حفاظت کے لیے اُٹھے گی۔ لیکن فی الحال جو سب سے ضروری امر ہے۔ وہ تعلیم ہے۔ علم تلوار سے بھی زیادہ طاقتور ہے۔ جائیے اور علم حاصل کیجیئے۔'' قائداعظم نے بلوچستان میں تحریک پاکستان کے ایک نامور رہنما جناب عبدالغفور درانی کے ذریعہ یہ پیغام دیا تھا۔ My Baluch Muslim Friends Islam expects every Muslim to do his duty to his people. (یعنی: میرے بلوچ مسلمان دوستو! اسلام ہر مسلمان سے یہ توقع رکھتا ہے کہ وہ اپنے لوگوں کی خدمت کرنے کے سلسلے میں اپنا فرض پورا کرے۔ قائداعظم پشین، زیارت کے علاوہ قلات بھی تشریف لے گئے تھے۔ قلات جاتے ہوئے اور واپس آتے ہوئے مستونگ میں بھی استقبالیہ میں شریک

ہوئے۔ ریاست قلات کی حدود میں قائداعظم کا پرشکوہ استقبال کیا گیا۔ ریاست کی فوج نے ان کی خدمت میں نصف میل کا گارڈ آف آنر پیش کیا۔ انہیں اکیس توپوں کی سلامی دی گئی۔ قائداعظم اور محترمہ فاطمہ جناح کو پہلے چاندی اور پھر سونے میں تولا گیا۔ اور دونوں کے وزن کے برابر چاندی اور ان کے وزن کے برابر سونا ان کی نذر کیا گیا۔ قائداعظم کو ایک خوبصورت خیمہ میں ٹھہرایا گیا۔ یہ ان کی زندگی کا پہلا تجربہ تھا۔ جس سے وہ بہت مسرور ہوئے۔ قائداعظم کے ارشاد پر قاضی محمد عیسیٰ نے ایک انگریزی کتابچہ بلوچستان کیس اینڈ ڈیمانڈ لکھا۔ جس کو پیش نظر رکھتے ہوئے مرکزی اسمبلی میں بلوچستان کے صوبائی حقوق کا سوال اٹھایا گیا۔ گرما گرم بحث کے باوجود حکومت اور اکثریتی پارٹی کی وجہ سے قرارداد پاس نہ ہوسکی۔ قائداعظم ستمبر ۱۹۴۵ء میں دوسری بار بلوچستان تشریف لائے۔ اسی زمانے میں انہوں نے چاندی کی گولیوں کے لیے اپیل کی تھی۔ تاکہ وہ آزادی کی جنگ لڑکر پاکستان حاصل کریں۔ جواباً انہیں بلوچستان سے چاندی کی دو سلاخیں موصول ہوئیں۔ جن کا وزن ساڑھے پانچ ہزار تولہ یعنی ڈیڑھ من تھا۔ عطیہ دینے والے نے اپنا نام ظاہر کیا تھا۔ قائداعظم نے اسلامیہ ہائی سکول کوئٹہ کے جلسے میں اسلامیہ سکول کو چھوٹا علی گڑھ کہا تھا۔ جو اب پانچ تعلیمی ادارے ہیں۔ مستونگ میں اپنے قیام کے دوران قائداعظم طلبہ کی دعوت پر ۱۵/ اکتوبر ۱۹۴۵ کو ہائی سکول مستونگ کا معائنہ کرنے گئے تو سکول کے سکاؤٹوں نے آپ کو سلامی دی اور طلبہ نے آپ کی خدمت میں سپاسنامہ پیش کرنے کے بعد ۲۲۵ روپے تین آنہ کی تھیلی بھی پیش کی۔ قیام پاکستان تک چار ریاستوں کا یہ واحد ہائی سکول تھا۔ اس زمانے میں بلوچستان کے مشہور رہنما میر عبدالباقی بلوچ اسی سکول میں پڑھتے تھے۔ انہوں نے قائداعظم کے سامنے ایک کاغذ پر لکھے ہوئے چند اشعار ترنم کے ساتھ پڑھے۔ ان میں سے ایک شعر یہ تھا:۔

الٰہی یہ مسلمانان ھندوستان کہتے ہیں
ہمیں وہ ملک دے دے جسکو پاکستان کہتے ہیں

اس موقع پر قائداعظم نے اپنی گرجدار آواز میں حصول تعلیم پر زور دیا اور کہا کہ تعلیم کے بغیر بالکل اندھیرا ہے۔ اگر اجالے کی طرف آنا چاہتے ہو تو تعلیم کی طرف توجہ دو۔ آخر میں آپ نے پرجوش انداز میں فرمایا: ہم پاکستان ضرور حاصل کریں گے۔ لفظ ضرور، پر آپ نے زور دیتے ہوئے اپنے سامنے رکھی ہوئی میز پر مکا بھی مارا تھا۔ بلوچستان مسلم سٹوڈنٹس فیڈریشن کی خدمات قیام پاکستان کے سلسلے میں ہمیشہ دلوں کو گرماتی

رہیں گی۔اس فیڈ ریشن کے دوسو طلبہ مسلم نیشنل گارڈز میں بھی شامل تھے۔اس تنظیم نے جناح لائبریری قائم کی۔متعدد کتابچے چھاپ کر قوم دشمن اپنوں اور غیروں کے پراپیگنڈے کو بے نقاب کیا۔اس فیڈ ریشن کے متعدد دستوں نے ۱۹۴۶ء کے انتخابات میں ھندوستان بھر میں پہنچ کر مسلم لیگ کے لیے کام کیا۔(۱۹۴۶ ہی میں کوئٹہ میونسپلٹی کے انتخابات میں پانچ سٹی امیدواروں کے لیے کام کیا گیا جو کامیاب ہوئے۔) بہار کے فسادات، بنگال کے قحط میں، بلوچستان میں ریفرنڈم (استصواب رائے) کے موقع پر، ۱۹۴۷ء کے خونین فسادات، اور کشمیری مجاہدین کی امداد کے سلسلے میں فیڈ ریشن نے کارہائے نمایاں سرانجام دیئے۔بلوچستان مسلم گرلز فیڈ ریشن کی کارکردگی بھی قابل فخر تھی۔خواتینِ مسلم لیگ کا تحریک پاکستان کے ضمن میں کردار قابل توصیف تھا۔۱۹۴۶ میں آل انڈیا مسلم لیگ کے قبضہ کے مطابق بلوچستان کے کئی صاحبان نے اپنے خطابات واپس کیے۔۱۹۴۶ء میں بلوچستان سے دستور ساز اسمبلی کے لیے مسلم لیگ کے نمائندے نواب محمد خاں جوگیزئی بھاری اکثریت سے کامیاب ہوئے تھے۔۲۹ جون ۱۹۴۷ء کو بلوچستان کے شاہی جرگہ اور کوئٹہ میونسپل کمیٹی کے منتخب ارکان نے متفقہ طور پر پاکستان کی دستور ساز اسمبلی میں شامل ہونے کے حق میں ووٹ دیئے۔جس پر قائد اعظم نے کہا ''ویل ڈن بلوچستان'' جسے انجام، دہلی نے چھ کالمی سرخی ''شاباش بلوچستان'' کے ساتھ شائع کیا تھا۔

قیام پاکستان کے بعد قائد اعظم کئی بار بلوچستان تشریف لائے۔۱۱ فروری ۱۹۴۸ء کو بحیثیت گورنر جنرل پاکستان تشریف آوری پر یوں محسوس ہوتا تھا کہ سارا بلوچستان اور سندھ سبی کے اس چھوٹے سے شہر میں اُمڈ آیا تھا۔انسانوں کا ایک سیل رواں تھا جو سبی کی سڑکوں اور بازاروں میں ہر وقت ٹھاٹھیں مارتا نظر آتا تھا۔روٹیاں کم پڑنے پر جیکب آباد اور کوئٹہ سے منگوائی گئی تھیں۔سبّی دربار منعقدہ ۱۴ فروری ۱۹۴۸ء کو قائد اعظم نے سیاسی کارکنوں کو سرداروں کے برابر جگہ دلوائی اور اُنہیں بھی سندیں عطا کر کے جمہوری دور کی آمد کا احساس دلایا۔

قائد اعظم نے اپنے خطاب میں بلوچستان کے ساتھ اپنے دیرینہ ذاتی تعلقات کا ذکر کرتے ہوئے آزادی کی تگ ودو میں اہل بلوچستان کی بھرپور شرکت کی بڑی تعریف کی۔آپ نے مشاورتی کونسل کے قیام کا مژدہ سنایا، جس میں عوام کو یہ بشارت دی گئی کہ اُن کے جمہوری حقوق بحال کر دیئے جائیں گے۔

قائداعظم نے اپنی تقریر کے آخری حصہ میں کہا'' :اس سکیم کو مرتب کرتے وقت صرف ایک ہی اصول میرے مدّنظر رہا۔ وہ اصول اسلامی طرزِ حکومت کا اصول ہے۔ حضرات! میرا عقیدہ ہے کہ ہماری فلاح و بہبود کا راز ان سنہرے اصولوں پر عمل کرنے میں ہے جو ہمارے سب سے بڑے شارع یعنی پیغمبرِ اسلام ﷺ نے ہمارے لیے تجویز کیئے ہیں۔''

قائداعظم کی تقریر سے پہلے باشندگان بلوچستان کی جانب سے نواب محمد خان جوگیزئی ممبر آئین ساز اسمبلی نے سپاس نامہ پیش کیا تھا۔ ۱۵ فروری ۱۹۴۸ء کو مسلم سٹوڈنٹس فیڈریشن بلوچستان کے اراکین نے قائداعظم سے ملاقات کی۔ پہلے ملاقات کا پروگرام طے نہ تھا۔ قائداعظم نے روائتی انداز کو ختم کرتے ہوئے طلباء سے ملاقات کا وقت نکالا۔ جس سے یہ صاف پتہ چلتا ہے کہ اُنہیں طلبہ سے کتنا گہرا لگاؤ تھا۔

۱۳ جون ۱۹۴۸ء کو پارسی جماعت کوئٹہ کی ایک دعوت میں قائداعظم نے شرکت کی اور کہا کہ میری حکومت اور خود میری یہ پالیسی ہے کہ رنگ یا نسل کے امتیاز کے بغیر ہر فرقے کی جان، مال اور آبرو کا تحفظ کیا جائے۔

۱۴ جون ۱۹۴۸ء کو اسٹاف کالج کوئٹہ کے افسروں سے خطاب میں کہا کہ'' جب آپ حلف اُٹھاتے وقت کہتے ہیں کہ پاکستان کے آئین اور مملکت کا وفادار رہونگا تو میری خواہش ہے کہ آپ ملک کے آئین کا مطالعہ کریں اور آئین کی تمام پیچیدگیوں کو مدنظر رکھیں۔''

۱۵ جون ۱۹۴۸ء کو آپ نے کوئٹہ میونسپلٹی کے ایک استقبالیہ میں پچاس ہزار کے مجمع میں شرکت کی۔ سپاسنامے کا جواب دیتے ہوئے قائداعظم نے فرمایا کہ:'' مجھے یہ دیکھ کر تکلیف ہوتی ہے کہ پاکستانیوں میں صوبائی عصبیت کا زہر موجود ہے۔ انہوں نے لوگوں پر زور دیا کہ وہ یہ بھول جائیں کہ وہ بلوچی، پٹھان، سندھی، پنجابی اور بنگالی ہیں۔ بلکہ خود کو اول و آخر صرف پاکستانی سمجھیں۔''

۱۴ اگست ۱۹۴۸ء کو پاکستان کی پہلی سالگرہ تھی۔ قائداعظم نے زیارت سے اپنے پیغام میں کہا:'' قدرت نے آپ کو ہر چیز عطا کی ہے۔ آپ بے حد وحساب وسائل کے مالک ہیں۔ آپ کی مملکت کی

بنیاد پڑ چکی ہے اور اب یہ آپ کا کام ہے کہ اس پر عمارت تعمیر کریں اور جتنی جلد اور جس قدر خوبصورت ممکن ہو سکے۔ خدا آپ کا حامی و ناصر ہو۔ پاکستان زندہ باد''۔

۲۴ اگست ۱۹۴۸ء کو صبح آٹھ بجے زیارت میں قائداعظم نے چہل قدمی کے لیے وقت رکھا تھا لیکن ڈاکٹر صاحب وقت پر نہ پہنچ سکے۔ اس لیے یہ پروگرام ملتوی کر دیا۔ قائداعظم نے ڈاکٹر صاحب سے کہا: ''میں اپنے معالجوں سے پابندی وقت کی توقع رکھتا ہوں''۔ یہ تھی اُنکی پابندی اوقات اور اصول پرستی جو اُن کی زندگی کے نازک ترین اور کٹھن ترین لمحات میں بھی قائم و دائم رہی۔

بلوچستان کے صفحہء اول کے ایک صحافی، براڈ کاسٹر اور نامور دانشور عبدالصمد دُرانی اپنے ایک مضمون (قائداعظم اور بلوچستان، اولس پشتو کوئٹہ، ستمبر ۱۹۶۶ء) میں لکھتے ہیں: (جس کا راقم الحروف عینی شاہد ہے) ''قائداعظم سے بے پناہ عقیدت کا نتیجہ تھا کہ بلوچستان میں اُن کی نمازِ جنازہ (غائبانہ) کے موقع پر بلوچستان کے ایک عام شہری سے لے کر خانِ معظم میر احمد یار خان سبھی رو رہے تھے۔''

بالیدہ ہے زمینِ وطن کے نمو میں وہ
مضطر ہے مثلِ شعلہ ہمارے لہو میں وہ (سید عابد علی عابد)

بحرِ ہستی میں اسلام کی لہر تھا
قائدِ ہند کیا، قائدِ دہر تھا (احمد ندیم قاسمی)

قائداعظم، تحریک پاکستان اور بلوچستان سے متعلق چند کتابیں

(ایک تعارف)

(مختلف تبصرہ نگاروں کی آراء)

ا۔ تحریک پاکستان اور صحافت

(پروفیسر ڈاکٹر انعام الحق کوثر، کوئٹہ، ۱۹۹۷ء صفحات ۳۸۶،
اس کا انتساب سچے اور کھرے قلم کے نام کیا گیا ہے)

قائداعظم محمد علی جناح نے پریس کی اہمیت کا اعتراف ان الفاظ میں کیا ہے۔ کہ کسی قوم کی ترقی اور بہبود کے لیے پریس بنیادی اور اہم ضرورت ہے۔ اسی کے ذریعے سے قوم کی رہنمائی کی جاسکتی ہے۔ اور رائے عامہ کو ہموار کیا جاسکتا ہے۔ اسی ضرورت کے تحت مسلمان رہنماؤں نے تحریک پاکستان کو عوام تک پہنچانے کے لیے برصغیر کے طول وعرض سے مختلف اخبارات جاری کیے اور پھر ان اخبارات نے قیام پاکستان میں کیا اور کیسے اپنا کردار ادا کیا۔ اس سوال کا جواب ''تحریک پاکستان اور صحافت'' میں دینے کی کوشش کی گئی ہے۔ اس میں قائداعظم کی لاہور آمد، قرارداد پاکستان کی منظوری اور قیام پاکستان تک اخبارات کے کردار کو تفصیل سے بیان کیا گیا ہے۔ اس میں ۲۳ مارچ ۱۹۴۰ء کے جلسے کی مکمل روداد، قائداعظم کی پنڈال میں تشریف آوری اور ان کا بے مثال استقبال، قائد کی خدمت میں بشیر احمد کی مشہور نظم ''ملت کا پاسباں ہے محمد علی جناح'' کا ذکر کچھ اس انداز میں کیا گیا ہے جیسے ہم اپنی آنکھوں سے یہ سارا منظر دیکھ رہے ہوں۔ اسی ضلع میں بلوچستان نیشنل گارڈز کا خوبصورت کردار بھی ہمارے سامنے آتا ہے۔ بعد ازاں قائداعظم کے قیام لاہور کے تین دنوں کی تفصیل بھی ملتی ہے۔ قرارداد پاکستان کی منظوری کے بعد ہندوؤں کا ردعمل اور پاکستان مخالف کانفرنس کا انعقاد، مسلم لیگ اور پاکستان کے حمایتی اخبارات جیسے زمیندار، انقلاب، احسان نیو ٹائمز، شہباز اور نوائے وقت وغیرہ، سندھ، سرحد، بلوچستان اور کشمیر کے اخبارات کا اچھا خاصا ذکر موجود ہے۔ قائداعظم کی رہنمائی میں تحریک پاکستان کے متعلق مسلم سٹوڈنٹس فیڈریشن، علی گڑھ مسلم یونیورسٹی اور مسلمانوں کے دیگر اداروں کی کارکردگی واضح طور پر نظر آتی ہے۔ اس جوش اور جذبہ کا بھی اظہار ہوتا ہے۔ جس سے قائداعظم کی پکار پر طلبہ علی گڑھ سروں پر کفن باندھ کر ۱۹۴۵ء میں ملک گیر انتخابات میں میدان میں اترے تھے۔ اور مسلم لیگ نے

انتخابات میں بھرپور کامیابی حاصل کر کے قیام پاکستان کی راہ ہموار کی تھی۔اس کتاب میں ہندوستان بھر کی مسلمان خواتین اور طالبات کے کارنامے، تحریک پاکستان سے متعلق اشتہارات، علماء اور صوفیاء کا تحریک پاکستان کے حق میں روشن کردار اُبھر کر سامنے آتا ہے۔اس میں پاکستان کے حامی ۱۳۴ اخبارات (جن میں شامل ہیں ڈان، پاکستان ٹائمز، سعادت، جنگ، انجام، الامان وغیرہ) اور رسائل (دی کریسنٹ، مسلم ٹائمز، بلوچستان کے خورشید، جمہور وغیرہ) کا تعارف بھی موجود ہے۔اس میں تحریک پاکستان کے دور کی بعض نظمیں اور ترانے بھی شامل کیے گئے ہیں۔

ایک تبصرہ نگار کے مطابق ''یہ کتاب قائداعظم، تحریک پاکستان، صحافت اور اس جنگ کو افرادی و فکری قوت بخشنے والے زندگی کے مختلف شعبوں کے افراد کے کارناموں، جذبۂ قربانی اور ایثار کی تاریخی دستاویزات ہے۔ جسے مصنف نے انتہائی سادہ اور سریع الفہم انداز میں تحریر کیا ہے۔''

۲۔ بلوچستان آزادی کے بعد ۱۹۴۷ء تا ۱۹۹۷

ڈاکٹر انعام الحق کوثر

پروفیسر انور رومان، لاہور، ۱۹۹۷ء اس کا انتساب احمد شاہ ابدالی مریم بی بی، میر نصیر خان اور بلوچستان و پاکستان کی نئی نسل کے نام ہے۔(صفحات ۶۳۴)

کتاب کے پہلے چار ابواب بلوچستان کا تاریخی اور جغرافیائی پس منظر پیش کرتے ہیں۔ جبکہ پانچواں باب ''قائداعظم اور بلوچستان'' کے عنوان سے بابائے قوم کی بلوچستان سے نسبت (اولین رابطہ ۲۹ مارچ ۱۹۲۷ء کو ہوا) مختلف مواقع پر بلوچستان میں ان کے دوروں (۱۹۴۳، ۱۹۴۵ اور ۱۹۴۸) کے علاوہ متعدد بار جیسے مسلم لیگ کا قیام، مسلم لیگ کا مرکزی لیگ سے الحاق، مرکزی لیگ میں بلوچستان کے نمائندے کی نامزدگی، صدر مسلم لیگ بلوچستان کی صوبہ سرحد میں کامیابی، بہار اور بنگال میں بلوچستان نیشنل گارڈز کی کارکردگی، خطابات کی واپسی، قیام پاکستان کا اعلان اور بلوچستان میں ریفرنڈم (استصواب رائے) وغیرہ کے احوال اور اہل بلوچستان کی ان سے عقیدت و محبت کے واقعات پر مبنی ہے۔ چھٹے باب سے انچاسویں باب تک بلوچستان کے مختلف پہلوؤں پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ عقیل عباس جعفری نے پاکستان کا جشن زریں (وضاحت

کتابیات)راولپنڈی ۱۹۹۸ء ص ۴۴۷) میں لکھا ہے ۔ یہ کتاب بلوچستان کے بارے میں ایک مختصر انسائیکلو پیڈیا کا درجہ رکھتی ہے۔ کتاب بڑی محنت اور دقت نظری سے تحریر کی گئی ہے۔

۳۔ تحریک پاکستان اور بلوچستان

(توضیحی کتابیات ۱۹۴۰ تا ۱۹۴۷ء)

کوئٹہ، ۱۹۹۷ء صفحات ۱۱۸،

پروفیسر ڈاکٹر انعام الحق کوثر

بلاخوف تردید کہا جاتا ہے۔ کہ تحریک پاکستان جنوبی ایشیاء کے مسلمانوں کی سب سے بڑی با مقصد تحریک ہے۔ اس کے سفر کا ایک مرحلہ تو مکمل ہو چکا ہے۔ مگر ابھی اس تحریک کی سوچوں کی بنیادوں کو مضبوط سے مضبوط ہونا ہے۔ اس سلسلے میں اس تحریک کے مختلف پہلوؤں کا مطالعہ نہایت ضروری ہے۔ اسی کے تحت پہلی بار تحریک پاکستان اور بلوچستان (توضیحی کتابیات) مرتب کی گئی ہے۔ اس کتاب کے لیے مواد جمع کرنے کی خاطر مؤلف نے خیبر سے کراچی تک سفر کیا اور ہر اس کتب خانے یا ادارے کو کھنگالا جہاں سے انہیں متعلقہ مواد دستیاب ہو سکتا تھا۔ مؤلف نے اسے ترتیب دینے کے لیے دوصد کتب اور صدہا اخبارات و جرائد سے مواد اکٹھا کیا ہے۔

اس کتاب کا جز و اول کتاب کے انتساب اور نامور محققین، ڈاکٹر ایس ۔ ایم زمان ڈاکٹر رحیم بخش شاہین اور پروفیسر انور رومان کی گرانقدر آراء پر مشتمل ہے۔ کتاب کے طویل انتساب کو مؤلف نے شہدائے تحریک پاکستان کی لازوال داستان کا ایک خونیں باب بنا دیا ہے۔ یہ بات خاص طور پر قابل ذکر ہے۔ کہ مؤلف نے اس تالیف میں محض مصنفین کے اسمائے گرامی اور کتابوں اور ان کے ناشرین کے نام ہی درج نہیں کئے بلکہ ان کے مختصر مندرجات کا حوالہ بھی دیا ہے۔ یہ کتاب دلکش کمپوزنگ کے ساتھ کاغذ پر مجلد چھاپی گئی ہے۔ جس کا مطالعہ تحریک آزادی میں بلوچستان کے کردار کو سمجھنے میں مزید معاون بن سکتا ہے۔

۴۔ تحریک پاکستان کا ایک اہم باب

پروفیسر ڈاکٹر انعام الحق کوثر، کوئٹہ، ۱۹۹۸ء صفحات ۸۰

میر جعفر خاں جمالی کی ڈائری کے چند اوراق ۱۹۴۵-- تا ۱۹۴۷ء ،اس کا انتساب ''ہر ایک مسلمان'' کے نام ہے۔ یہ کتاب تین حصوں پر مبنی ہے۔ابتدائی حصہ میں میر جعفر خاں جمالی کا تعارف اور پھر ان کی تاریخ کے نقطہ نظر سے تحریک پاکستان کے لیے بےلوث خدمات کا مربوط سلسلہ احوال ملتا ہے۔قائداعظم محمد علی جناح سے ان کی والہانہ محبت اور عقیدت کے واقعات ملتے ہیں ۔ان واقعات کو پڑھ کر درد دل اور درد ملت رکھنے والے ہر انسان کی آنکھیں جذبات سے اشکبار ہو کر رہ جاتی ہیں اور فخر سا محسوس ہونے لگتا ہے۔کہ ہمارے اسلاف کتنے پرعظمت اور باہمت تھے۔یہ انہیں کی ہمت و کاوش تھی ۔جس کی وجہ سے باری تعالٰی نے ہمیں آزاد مملکت پاکستان عطا کی۔دوسرے حصہ میں بلوچستان کے عظیم سپوت میر جعفر خاں جمالی کے روزناچوں کی مختصر یادداشتوں کی تصویر ہے۔تیسرے حصہ میں ۱۹۴۳ء کے اخبارات و جرائد کی تصاویر دی گئی ہیں۔جن سے قائداعظم کی متعدد بار بلوچستان میں تشریف آوری اور بلوچستان کے ہزاروں باشندوں کا اپنے قائد کا انتہائی محبت وعقیدت سے استقبال کرنے کے حالات ملتے ہیں۔بہر حال میر جعفر خاں جمالی کے ملی کارناموں کی داستان بڑی بیدار کن اور پرتاثیر ہے۔

۵۔ پاکستان موومنٹ اینڈ بلوچستان

پروفیسر ڈاکٹر انعام الحق کوثر، کوئٹہ، ۱۹۹۹ء صفحات ۱۶۷

اس میں قیام پاکستان کی تاریخ کی بکھری کڑیوں کو یکجا کر کے قارئین اور محققین کے لیے سہولت فراہم کی گئی ہے۔یہ کتاب بلوچستان میں مسلم لیگ کے قیام کے پس منظر سے لے کر پاکستان بننے تک کے واقعات کا احاطہ کئے ہوئے ہے۔قیام پاکستان سے قبل اور بعد میں قائداعظم محمد علی جناح کے دوروں کی تفصیل کو یکجا کیا گیا ہے۔یوم تکبیر کے حوالے سے کتاب میں ایک خصوصی باب شامل ہے۔جس میں بلوچستان اور چاغی کی اہمیت کو خاص طور پر اجاگر کیا گیا ہے۔چاغی کے پہاڑوں نے پاکستان کو اٹیمی طاقت کے طور پر پہچان دی۔اس پہاڑ کی تصویر کتاب کی پشت پر شائع کی گئی ہے۔جبکہ کتاب کا خوبصورت رنگین ٹائیٹل پاکستان کے

سبز ہلالی پرچم اور امید کی نورانی کرنوں سے مزین ہے۔ بہت سی تصاویر بھی کتاب میں شامل کی گئی ہیں۔ جن سے تحریک پاکستان اور قائداعظم کی اہمیت اجاگر ہوتی ہے۔ قائداعظم کارکنوں کو بہت اہمیت دیتے تھے۔ قیام پاکستان کے بعد فروری ۱۹۴۸ء میں سبی دربار کے موقع پر ان کی خواہش کے مطابق کارکنوں کی نشستیں سرداروں کے ساتھ مختص کی گئیں۔ اس موقع پر خطاب کرتے ہوئے بلوچستان کے غیور اور بہادر عوام کی جانب سے پاکستان کے قیام کی جدوجہد میں دی گئی قربانیوں کو شاندار الفاظ میں سراہتے ہوئے قائداعظم نے کہا کہ بلوچستان کے عوام کا کردار کسی طور پر بھی دوسرے صوبوں سے کم نہیں رہا۔ ۱۵ جون ۱۹۴۸ء کو کوئٹہ میونسپلٹی میں خطاب کرتے ہوئے بلوچستان کو بہادر اور آزاد لوگوں کی سرزمین قرار دیتے ہوئے قائداعظم نے کہا کہ ملکی اور غیر ملکی کی اصطلاحیں ملک کی سلامتی کے لیے نیک شگون نہیں۔ اب ہم سب پاکستانی ہیں اور ہمیں پاکستانی ہونے پر فخر کرنا چاہیے۔۔۔۔ قائداعظم، تحریک پاکستان اور بلوچستان کے حوالوں سے مختلف پہلوؤں کا جائزہ پیش کرتی ہے۔ کتاب تحریک پاکستان کے ان گمنام سپاہیوں کے نام منسوب کی گئی ہے۔ جنہوں نے پاکستان کے حصول کے لیے جدوجہد کی اور شہید ہو گئے۔

۶۔ بلوچستان ان پروفائل

پروفیسر محمد انور رومان، کوئٹہ، ۲۰۰۰ء صفحات ۱۵۳

کتاب مشتمل ہے۔: مصنف کی ملازمت کا خاکہ (۱۹۴۶ء تا ۱۹۸۴ء)

۱۔ انتساب گورنمنٹ کالج کوئٹہ کے قدیمی طلبہ و طالبات کے نام ہے۔

۲۔ تعارف

۳۔ اے بریف ہسٹاریکل سروے آف بلوچستان (1982) بلوچستان کا مختصر تاریخی جائزہ)

۴۔ دی کلچر آف بلوچستان (1982)

۵۔ دی ہسٹاریکل پیجنٹ (Pageant) آف بلوچستان (1982) (بلوچستان کا تاریخی منظرنامہ)

۶۔ اے ورڈ ٹو دی وائز۔ (1971) (عقل کے لیے اشارہ)

۷۔ دی امپورٹنس آف بلوچستان ان اور ہسٹری (1960) (ہماری تاریخ میں بلوچستان کی اہمیت)

۸۔ نوابزادہ یوسف علی خاں عزیز مگسی (1953)

۹۔ غلام حسین مسوری بگٹی (1949)

یہ تحقیقی و علمی کتاب بلوچستان کے مختلف پہلوؤں کو بطریق احسن اجاگر کرتی ہے۔ موقعہ و محل کے مطابق حوالہ جات موجود ہیں۔ قیام پاکستان کے بعد کے حالات کا جائزہ لیتے ہوئے اصلاح احوال کے لیے تجاویز بھی دی گئی ہیں۔ کتاب صوری و معنوی اعتبار سے دیدہ زیب ہے۔

۷۔ پاکستان، چند تاریخی اشارے

پروفیسر محمد انور رومان، کوئٹہ، ۲۰۰۰ء صفحات ۱۱۲، اس کی فہرست یوں ہے۔

۱۔ انتساب

۲۔ صدائے برخیز

۳۔ بلوچستان سندھ میں مسلم عرب حکومت

۴۔ ہندوستان میں مسلم دور حکومت

۵۔ حضرت شاہ ولی اللہؒ

۶۔ مسلمان...... انگریزی دور میں

۷۔ آل انڈیا مسلم لیگ

۸۔ محمد علی جناح

۹۔ قائداعظم اور پاکستان

۱۰۔ نوابزادہ لیاقت علی خان

۱۱۔ فکر انگیز انتساب ملاحظہ کیجیے

ان ہزاروں بچیوں اور بچوں کے نام جو بار الطیب، یعنی پاکستان پہنچنے سے پہلے ہی دشمنوں کی تلواروں، سنگینوں اور رائفلوں کی نذر ہو گئے۔ وہ ان سے تو حساب مانگیں ہی لیکن وہ ان دوستوں سے بھی حساب مانگ رہے ہیں، جو اپنے اقتدار، کاروبار اور استکبار کی خاطر ان معصومین اور ان جیسے کروڑوں بچوں اور بچیوں کو کبھی خاطر میں نہیں لاتے اور انہیں کسی تعظیم اور کسی تکریم کا اہل ہی نہیں سمجھتے!!''

مصنف کی پاکستان سے محبت مثالی، مثبت تنقیدی سوچ اور تعمیر کا جذبہ قابل دیداور قابل تقلید ہے۔ یہی ولولہ ان کے قارئین کی رگ وپے میں پیوست ہوتا ہوا نظر آتا ہے۔ کاش! ایسا ہی ہو!!

۸۔ قائد بلوچستان میں

پروفیسر ڈاکٹر انعام الحق کوثر، کوئٹہ، ۲۰۰۱ء صفحات: قریباً ساٹھ (۶۰)

یہ کتاب ۲۰۰۱ء سال قائد اعظم کی مناسبت سے شائع ہوئی ہے۔ اس کا انتساب ''قائد اعظم و استقلال کے نام'' ہے۔ اس کے بعد ''قائد اعظم'' کا خطاب کب، کس نے دیا تھا۔ یہ معلوماتی تحریر ملتی ہے۔

''۱۹۳۸ء کو محمد علی جناح کی زندگی میں اس لحاظ سے نمایاں حیثیت حاصل ہے۔ کہ اس سال کے درمیانی عرصہ میں دہلی کے اخبار ''الامان'' کے اڈیٹر مولانا مظہرالدین نے محمد علی جناح کی خدمات اور مسلمانوں کے اجتمائی وقار کو بلند کرنے کی کوششوں کے پیش نظر ''قائد اعظم'' خطاب دیا جو نہایت مختصر عرصہ میں زبان زدخاص و عام ہو گیا۔ پاکستان کی پہلی دستور ساز اسمبلی نے اسے باقاعدہ سرکاری حیثیت دی۔ (تبصرہ نگار: غوث بخش صابر، روزنامہ جنگ کوئٹہ ۶ دسمبر ۲۰۰۱ء)

اس میں بلوچستان اور قائد اعظم کے درمیان محبت اور وابستگی کو یوں اجاگر کیا گیا ہے۔ کہ قاری محسوس کرتا ہے۔ گویا وہ قائد کے ہمراہ کوئٹہ، قلات، پشین، مستونگ، سبی، ڈھاڈر اور زیارت کا سفر کر رہا ہے۔ اور قائد اور مقلدین کو باہم ملتے اور گفتگو کرتے دیکھ رہا ہے۔ (تبصرہ نگار: محمد انور، روزنامہ زمانہ کوئٹہ ۲۸ دسمبر ۲۰۰۱ء) کتاب کا انداز بیان سادہ اور عام فہم ہے۔ لہذا یہ مختصر کتاب ایک عام قاری کے ساتھ ساتھ سکول کے بچوں کے لیے ایک قیمتی تحفہ ہے۔ تاکہ وہ اپنی شناخت کو مربوط طریقے سے قائد کے پاکستانی سانچے میں ڈھال سکیں۔ (تبصرہ نگار: منصور الہدی عباسی، زمانہ کوئٹہ ۳ جنوری ۲۰۰۲ء)

۹۔ قائداعظم اور بلوچستان

پروفیسر ڈاکٹر انعام الحق کوثر، کوئٹہ، ۲۰۰۱ء صفحات قریباً نوے (۹۰)

یہ کتاب ۲۰۰۱ء سال قائداعظم کے حوالے سے چھپی ہے۔اس کا انتساب یوں ہے۔''قائداعظم کی ولولہ انگیز اور بیباک قیادت وسیادت کے نام'' مشہور چودہ نکات کے علاوہ اس کتاب میں قائداعظم کے بلوچستان کے چار اہم دوروں (۱۹۴۳، ۱۹۴۵، ۱۹۴۸۔ سبی، بعد ازاں کوئٹہ، زیارت) کا حال بیان کیا گیا ہے۔ پڑھنے والا یوں محسوس کرتا ہے جیسے وہ خود بھی ۱۹۴۳ء کے قائداعظم کے استقبال کے اس شاہانہ جلوس میں شامل ہو، جس میں شرکاء کی تعداد پچاس ہزار کے لگ بھگ تھی۔تیرہ استقبالیہ دروازوں کی تفصیل بھی موجود ہے۔کتاب میں قائداعظم کے ارشادات بھی دیئے گئے ہیں۔ان میں سے ایک ارشاد یہ ہے کہ ''میرے سکھ دوستو! تم متحدہ ہندستان میں ایسے ہو گے جیسے سمندر میں ایک قطرہ'' یہ حقیقت ہے۔کہ ہندوقوم نے اپنی اقلیتوں کی قدر نہیں کی۔یہی وجہ ہے کہ کشمیری مسلمان اور بھارتی سکھ آزادی کی جدوجہد پر مجبور ہیں۔اور یوں برصغیر کے ماضی کے مدبر قائداعظم محمد علی جناح کی پیش گوئی لفظ بلفظ درست ثابت ہوئی۔(تبصرہ نگار: عرفان الحق صائم، روز نامہ زمانہ، کوئٹہ ۲۵ دسمبر ۲۰۰۱ء) یہ کتاب پڑھنے کے بعد قائداعظم کی بلوچستان سے محبت نمایاں نظر آتی ہے۔وہ بلوچستان کو اپنا صوبہ کہا کرتے تھے۔یہاں سے قاضی محمد عیسیٰ، میر جعفر خاں جمالی، نواب محمد خاں جوگزئی، نوابزادہ جہانگیر شاہ جوگزئی، عبدالغفور درانی، سردار محمد عثمان خاں جوگزئی، سردار غلام محمد خان ترین جمال خاں بگٹی دوم خاں مری نسیم حجازی، مولانا عبدالکریم، خان قلات، میر احمد یار خان، وغیرہ کے نام گرامی ابھر کر سامنے آتے ہیں۔جو بلوچستان میں قائداعظم کے ہراول دستے کے طور پر کام کرتے تھے۔کتاب میں کئی جگہ قائداعظم سے طلبہ کی ملاقات کا ذکر ہے۔جہاں قائد نے بار بار حصول تعلیم کی اہمیت پر زور دیا ہے۔زبان نہایت سہل اور عام فہم استعمال کی گئی ہے۔فقرے چھوٹے چھوٹے ہیں۔ان میں دیئے گئے پیغام کو سمجھنا اور ذہن نشین کر لینا نہایت آسان ہے۔بلوچستان ٹائمز کوئٹہ ۲۵ دسمبر ۲۰۰۱، سنڈے میگزین مشرق، کوئٹہ ۱۳ جنوری ۲۰۰۲ء)۔

۱۰۔ قائداعظم، علی گڑھ تحریک اور بلوچستان

پروفیسر ڈاکٹر انعام الحق کوثر، کوئٹہ، ۲۰۰۱، صفحات نوے (۹۰)

اسکی اشاعت ۲۰۰۱ء سال قائداعظم کی مناسبت سے ہوئی ہے۔انتساب سر سید احمد خان اور قائداعظم محمد علی جناح کے حضور ہے۔اس کتاب میں ان خوش قسمت افراد کا تذکرہ ہے۔جنہوں نے مسلم یونیورسٹی علی گڑھ سے تعلیم حاصل کی اور پھر بلوچستان میں خدمات سرانجام دیں۔ان نمایاں شخصیات میں مولوی محمود احمد، میر غوث بخش بزبخو، فقیر محمد بلوچ، محمد حسن بلوچ، میر محمد فاضل خان محمد شہی، ڈاکٹر حسن اشفاق صدیقی، مسز اے ایچ داؤد، حافظ نجم الہدیٰ، پروفیسر جمال الدین، پروفیسر کرم الہیٰ خان، پروفیسر سعید احمد رفیق، محمد مقیم انصاری، ساجد حسن قادری، سید ریاض الحسن، پروفیسر محمد وسیم عباسی لکھنوی، حاجی رحیم بخش، میر علی دوست بگٹی، سرور حسین ایوبی، محمد سردار خاں گشکوری، میر غلام محمد شاہوانی کے علاوہ اور بھی کئی محترم شخصیات کا ذکر ہے۔

علی گڑھ سے فارغ التحصیل اپنے ساتھ علم کا ذخیرہ، اسلامی سوچ اور اصول پسندی بھی لائے۔ان شخصیات کے ذکر کو ایک جگہ جمع کر کے بلاشبہ ایک ٹھوس، گرانقدر خدمت سرانجام دی گئی ہے۔کتاب کا انداز بیاں نہایت سادہ اور تحقیقی ہے۔جگہ جگہ تاریخی حوالہ جات درج ہیں۔مجموعی طور پر یہ اپنے موضوع سے انصاف کرنے والی کتاب ہے۔(مشرق، ۱۳ جنوری ۲۰۰۲ء)

۱۱۔ قائداعظم، تحریک پاکستان اور صحافتی محاذ

پروفیسر ڈاکٹر انعام الحق کوثر، کوئٹہ ۲۰۰۱ء صفحات: ایک سو بارہ، یہ ۲۰۰۱ء سال قائداعظم کے حوالے سے چھپی ہے۔اس کا انتساب قائداعظم محمد علی جناح کے حضور کیا گیا ہے۔جنہوں نے ۱۹۴۲ء میں کہا تھا: ''پریس کی طاقت شمشیر سے عظیم تر ہے''۔

کتاب کے پہلے حصے میں ''ناقابل فراموش'' کے تحت چیدہ چیدہ واقعات درج کئے گئے ہیں۔جن سے قائداعظم کے کردار کی عظمت اور ان سے عوام کی عقیدت کا اظہار ہوتا ہے۔بعدازاں اس وقت کے تمام اہم اخبارات و جرائد کا تذکرہ ہے جو کسی نہ کسی طرح تحریک پاکستان سے منسلک رہے۔اور قائداعظم کا ساتھ

مہارت، محنت اور ہمت و جرئت سے دیا۔ بلوچستان میں شائع ہونے والے اخبارات و رسائل، کتابوں اور پمفلٹوں کے سرورق کی تصاویر دے کر یہ ثابت کیا گیا ہے کہ بلوچستان کے اہل علم اور صحافی حضرات نے تحریک کو کس محنت سے علمی اور خبری کمک پہنچائی۔ کتاب کا انداز بیان سادہ ہے۔ اور جگہ جگہ اس دور میں چھپنے والے ترانے اور مختلف شاعروں کا کلام بھی شامل کیا گیا ہے۔ جو اس دور کو سمجھنے میں مدد دیتا ہے۔

ڈاکٹر انعام الحق کوثر نے چاروں کتابوں میں بے شمار تصاویر شامل کی ہیں۔ ان کی توضیحات سے ان کو اور بھی موثر بنا دیا ہے۔ ان میں کئی تصاویر پہلی بار شائع ہوئی ہیں۔ چاروں کتب میں قائد کے ارشادات گرامی نہایت اہتمام سے مرتب کئے گئے ہیں جو عوام الناس کی بہترین رہنمائی کر سکتے ہیں۔

ملک کے ایک نامور ادیب اور دانشور ایوب بلوچ نے کہا: کہ ڈاکٹر صاحب کی یہ چاروں اور دوسری کتابیں علم و تحقیق کے اعتبار سے سونے کی کانیں ہیں۔

ڈائرکٹر تعلقات عامہ اور نامی گرامی قلم کار مسعود احمد کی رائے میں ان کتب کی سادگی مگر پرکاری اس امر کی دلالت کرتی ہے کہ ڈاکٹر صاحب کی ذات ایک ادارہ ہیں وہ ایک فرد نہیں پوری انجمن ہے۔ وہ ایک خوب صورت پھول سے بڑھ کر ایک گلشن ہیں۔ وہ درخشندہ ستارہ نہیں چمکتی کہکشاں ہیں۔

(ماہنامہ جہاں نماں، کوئٹہ، جنوری ۲۰۰۲ء، روزنامہ زمانہ، کوئٹہ ۲۸ دسمبر ۲۰۰۱ء)